

مَقَالَت

داعی حق کی ذمہ داری

زہلولہ امین ابن حسن صلاہ علیہ وسلم

داعی حق ہو یا داعی سُنَّات و دونوں میں سے کسی کو بھی اللہ تعالیٰ نے دعوت اور ترغیب سے زیادہ کسی بات کا اختیار نہیں بخشا ہے۔ نہ پیغمبروں کو یہ اختیار حاصل ہے کہ کسی شخص کے دل میں ہدایت ڈال دیں اور نہ شیطان ہی کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ کسی شخص کو گواہی کی راہ پر لگا دے۔ ان میں سے ہر ایک کو بس یہ اختیار حاصل ہے کہ یہ اپنی اپنی راہ کی طرف خلق خدا کو بلا سکتے ہیں۔ ہدایت یا عناد کو اختیار کرنا، اختیار کرنے والے کی اپنی اپنی اور اللہ تعالیٰ کی خاص توفیق یا تیسیر پر منحصر ہے۔ اس توفیق اور تیسیر کے لیے اللہ تعالیٰ نے ایک مخالف بنا دیا ہے جس کے مطابق وہ اپنے سلیم الفطرت اور ہدایت پسند بندوں کو نبیوں کے راستے پر چلنے کی توفیق عطا فرماتا ہے اور کجروی اور گمراہی کو پسند کرنے والوں کے لیے شیطان کے راستوں پر چلنا آسان کر دیتا ہے۔ یہی حقیقت نبی علی اللہ علیہ وسلم پر ان آیات میں واضح کی گئی ہے۔

تم جس کو چاہو ہدایت نہیں دے سکتے بلکہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔

إِنَّا لَا هُدًىٰ مِّنْ أَجْبَانَتٍ وَلَكِن
اللَّهُ يَهْدِي مَن يَشَاءُ (قصص)

اور اکثر لوگ خواہ تم کتنا ہی چاہو ایمان نہیں لانے کے۔

وَمَا أَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ
يُؤْمِنِينَ (يوسف)

اگر تم ان کی راہ یابی کے متمنی ہو تو سن رکھو کہ اللہ نہیں راہ راہ کرتا ہے ان لوگوں کو جن کو گمراہ کر دیتا ہے

إِن تَخْرِصْ عَلَىٰ هَذَا هُمْ قِنَاتٌ
لَّهُ لَا يَهْدِي مَن يُضِلُّ وَمَا لَهُمْ مِّنْ

ناصرین

اور ایسوں کا کوئی مددگار نہیں۔

كِتَابُ أَنْزَلْنَاهُ إِلَيْكَ لِتُخْرِجَ
النَّاسَ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ بِإِذْنِ
سَيِّدِهِمْ (ابراہیم)

یہ کتاب ہے جو ہم نے تم پر اتاری ہے تاکہ تم
لوگوں کو تاریکیوں میں سے روشنی کی طرف لاؤ ان
کے رب کی اجازت سے۔

اسی طرح ابلیس کو خطاب کر کے فرمایا ہے :-

إِنَّ عِبَادِي لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ
مِنْ سُلْطَانٍ إِلَّا مَنْ اتَّبَعَكَ مِنْ
الْغَاوِينَ (الحج)

میرے بندوں پر تجھ کو کوئی قابو حاصل نہیں ہے
صرف ان پر تیرا زور چلے گا جو شریروں میں سے تیری
پیروی کریں گے۔

خود ابلیس کی زبان سے اس کا یہ اعتراف نقل کیا ہے :-

وَمَا كَانِي عَلَيْكُمْ مِنْ سُلْطَانٍ
إِلَّا أَنْ دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِي فَلَا تَلُمُونِي
وَلَكُمْ أَنْفُسُكُمْ (ابراہیم)

اور تجھ کو تم پر کوئی اختیار نہیں ملا تھا مگر یہ کہ میں نے
تم کو دعوت دی تو تم نے میری دعوت پر لبیک کہا تو
اب تجھ کو ملامت نہ کرو بلکہ اپنے آپ کو خاموش کر دو۔

اس امر واقعی کی وجہ سے جہاں تک ایک داعی حق کا تعلق ہے وہ اس سلسلہ پر بالکل غور نہیں کرتا
اور نہ اسے غور کرنا چاہیے کہ لوگ اس کی دعوت پر کان دھریں گے یا نہیں اور نہ اس فکر میں سرکھپاتا
کہ زمانہ اس کی دعوت کے لیے سازگار ہے یا نا سازگار۔ وہ لوگوں کے رد و قبول، اپنی کوششوں کی کامیابی
و ناکامی اور دعوت حق کے انجام کے متعلق ایک باریہ فیصلہ کر کے کہ اس امر کا تعلق اس کی ذات سے
نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی ذات سے ہے، بالکل مطمئن ہو جاتا ہے۔ وہ صرف اس بات پر غور کرتا ہے
کہ خود اس کا اپنا فرض کیا ہے اور جب یہ طے کر لیتا ہے کہ اس کا اپنا فرض یہی ہے کہ وہ اس مقصد کی
دعوت دے جس کو وہ حق یقین کر رہا ہے اور جو اس کے خیال میں تمام دنیا کے لیے یکساں مفید ہے
تو یہ طے کر چکنے کے بعد وہ اس تردد میں نہیں پڑتا کہ لوگ اس دعوت کو قبول کرنے کے بارہ میں اپنا
فرض پورا کریں گے یا نہیں اور اللہ تعالیٰ اس دعوت کو دنیا میں برپا کرے گا یا نہیں؟

جہاں تک لوگوں کے رد و قبول کا تعلق ہے وہ اس کی دعوت کو قبول کریں یا نہ کریں دونوں صورتوں میں اس کی اپنی ذمہ داری بدستور قائم رہتی ہے۔ اگر وہ قبول کریں گے تو ان کے لیے دنیا اور آخرت میں کامیابی اور فلاح کی راہیں کھلیں گی اور یہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ادائے فرض و دعوت کا اجر و ثواب حاصل کرے گا۔ اور اگر نہ قبول کریں گے تو اس کے ذریعہ سے لوگوں پر خدا کی محبت پوری ہوگی اور داعی اللہ کے ہاں اپنی ذمہ داری سے سبکدوش قرار دیا جائے گا کہ اس کا جو فرض تھا اس نے پورا کر دیا۔ قرآن میں داعیان حق کی ایک جماعت کا جواب نقل ہوا ہے جن کو ان لوگوں کے سامنے بے فائدہ اپنی دعوت پیش کرنے سے روکا گیا تھا جو دعوت کو قبول کرنے والے نہیں تھے اس جواب سے داعی حق کے فرض کی نوعیت واضح ہوتی ہے کہ لوگ اس کی دعوت کو قبول کریں یا نہ کریں دونوں صورتوں میں اس کا فرض صرف حق کی دعوت دینا ہے۔ اگر لوگ قبول کریں گے تو ہدایت پائیں گے اور اگر نہ قبول کریں گے تو یہ اللہ کے ہاں بری الذمہ قرار پائے گا۔

وَإِذْ قَالَتْ أُمَّةٌ مِنْهُمْ لِمَ تَعِظُونَ قَوْمًا اللَّهُ مُهْلِكُهُمْ أَوْ مُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيدًا قَالُوا مَعْذِرَتُنَا إِلَىٰ رَبِّنَا وَلَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ (۱۶۴-۱۶۵) (اعراف)

اور جب کہ کما ان میں سے ایک جماعت نے کہ ایسے لوگوں کو کیوں نصیحت کرتے ہو جن کو یا تو اللہ تعالیٰ ہلاک کر نیوالا ہے یا کم از کم سخت عذاب دینے والا ہے انہوں نے جواب دیا کہ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں ہمارا عذر واضح ہے

باقی رہا اللہ تعالیٰ کی مدد و نصرت کا معاملہ تو مجرد بیات کہ اللہ تعالیٰ نے اس پر اس حق کو واضح کیا ہے اس کے دل کے اندر یہ اطمینان پیدا کرتی ہے کہ اس حق کی دعوت دینا، لوگوں کے لیے اس کا قبول کرنا اور دنیا میں اس کا فروغ پانا ممکن ہے اور اگر وہ اس کی طرف لوگوں کو بلانے اور دنیا میں اس کو برپا کرنے کا غم لے کر اٹھے گا تو اللہ ضرور اس کام میں اس کی امداد فرمائے گا۔ ایک رحیم و کریم خدا کے متعلق وہ یہ بدگمانی نہیں کر سکتا کہ جس راستہ کی طرف وہ رہبری فرمائے کہ یہ صراطِ مستقیم ہے اس راستہ پر چلنا ناممکن ہو اور جس نظام زندگی کے بابت فرمائے کہ یہ فطری نظام زندگی ہے وہ اتنا پیچیدہ اور ناممکن عمل ہو کہ لوگ اس کو اختیار ہی نہ کر سکیں۔ نیز ایک عادل اور مہربان پروردگار کے متعلق وہ یہ بدگمانی بھی نہیں کر سکتا

کہ وہ اس پر ایک فرض عائد کر کے یہ حکم دے کہ تیرے کرنے کا کام یہ ہے اور اسی کے کرنے میں تیری نجات اور میری خوشنودی ہے لیکن جب وہ اس کو کرنا شروع کرے اور اس کے سامنے مشکلیں آئیں تو وہ اس کو تنہا بے یار و مددگار چھوڑ دے اور اس کی کوئی مدد نہ فرمائے۔

اللہ تعالیٰ کے ساتھ یہ حسن ظن اور یہ اعتماد ہر داعی حق کے اندر موجود ہوتا ہے اور مخالفین جب اس کی راہ میں روڑے اٹھانے شروع کرتے ہیں اور بظاہر ایسا محسوس ہونے لگتا ہے کہ یہ کام اب آگے نہیں بڑھنے کا ہے تو یہی اعتماد اس کی دھار میں بندھاتا ہے کہ جس راستہ کی طرف خود خدا نے انگلی اٹھا کر اشارہ فرمایا ہے کہ راہ حق یہ ہے تو اس پر چلنے والا منزل مقصود تک ضرور پہنچ کے رہے گا اور اس راہ میں خواہ کتنی ہی دشواریاں کیوں نہ پیش آئیں لیکن بالآخر اللہ کی مدد ضرور آئے گی۔ داعیان حق کا یہی حسن ظن اور اعتماد ہے جو سورہ ابراہیم کی اس آیت سے ظاہر ہو رہا ہے:-

وَمَا لَنَا أَلَّا نَتَوَكَّلَ عَلَى اللَّهِ وَقَدْ هَدَانَا سُبُلَنَا وَلَنَصْبِرَنَّ عَلَى مَا آذَيْنَا بِهَا وَفِي آيَاتِنَا دُرُجٌ ۝۱۰
اور کیوں نہ ہم اعتماد کریں اللہ پر جبکہ اس نے خود ہم پر ہدایت فرمائی اور ہم صبر کریں گے ان تکلیفوں کے جو ہمیں پہنچاؤ گے اور اللہ ہی پر چاہیے کہ ہمارے لئے

بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ داعی اپنی ذمہ داری کے حدود معین کرنے میں غلطی کر جاتا ہے۔ وہ یہ سمجھنے لگ جاتا ہے کہ اس پر صرف اسی حد تک ذمہ داری نہیں ہے کہ وہ حق کو لوگوں تک ٹھیک ٹھیک پہنچا دے بلکہ وہ اس بات کا بھی ذمہ دار ہے کہ لوگ اس حق کو قبول بھی کر لیں۔ اس غلطی کا لازمی نتیجہ ایک تو یہ ہوتا ہے کہ داعی کے اندر حق خالص کو پیش کرنے کے بجائے، مخالفین کے باطل عقائد و افکار کے ساتھ سمجھوتہ کرنے کا رجحان پیدا ہو جاتا ہے اور دوسرا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ ایک بالکل غلط ذمہ داری اپنے سر اٹھا لینے کی وجہ سے اپنی زندگی سخت افکار اور الجھنوں میں ڈال دیتا ہے۔ اس طرح کی غلطیوں سے بچانے کے لیے قرآن مجید نے مفصل ہدایات دی ہیں۔ مثلاً:-

وَمَا عَلَى الَّذِينَ يَتَّقُونَ مِنْ حِسَابٍ مِّنْ شَيْءٍ وَلَٰكِنْ ذَكَرْنَاهُمْ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ
ان لوگوں سے جو خدا سے ڈرتے ہیں ان لوگوں کے اعمال کی پیش نہ ہوگی جو خدا سے نہیں ڈرتے بلکہ ان لوگوں کی ذمہ داری صرف یاد دہانی کر دینا ہے تاکہ وہ ڈریں۔

اتَّبِعْ مَا أُوحِيَ إِلَيْكَ مِنَ رَبِّكَ
لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ وَعِزُّ عَنِ الْمُنْشَرِكِينَ
وَلَوْ نَشَاءُ اللَّهُ مَا اشْرَكُوكُومَا جَعَلْنَاهُ
عَلَيْهِمْ حَفِظًا وَمَا أَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيلٍ

توپروی کر اس چیز کی جو تیرے اوپر خدا کی طرف سے
اتاری جا رہی ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے
اور مشرکوں سے اعراض کر۔ اگر اللہ چاہتا کہ یہ مشرکین
شرک نہ کرنے پائیں تو یہ شرک نہ کر سکتے (لیکن اللہ تعالیٰ
دین کے معاملہ میں زیر دست نہیں کی ہے، اور ہم نے تم کو ان پر نگران بنا کر نہیں بھیجا ہے (کہ یہ کوئی غلطی کر ہی نہ سکیں) اور نہ تم
ان پر وکیل بنا کر بھیجے گئے ہو (کہ ان کے ایمان کے معاملہ کی ذمہ داری تم پر ہو)۔

فَإِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلَاغُ وَعَلَيْنَا
الْحِسَابُ

تمہارے اوپر صرف پوری طرح پہنچا دینے کی ذمہ داری
ہے حساب کی ذمہ داری ہم پر ہے۔

ظَهَرَ مَا أَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْآنَ
لَتَشْقَى الْآلَتَنَ كَرِهَ لِمَنِ يَحْشَى

ہم نے تم پر قرآن اس لیے نہیں اتارا ہے کہ تم اپنی زندگی
مصیبت میں ڈال لو۔ یہ تو یاد دہانی ہے ان لوگوں کے لیے جو اللہ سے ڈرتے

اس زمانہ میں جو لوگ طاغوت کے عالمگیر تسلط کی وجہ سے ہاتھ پر ہاتھ دھڑکے بیٹھے ہیں اور دعوت
حق کا کوئی امکان نہیں پارہے ہیں یا دعوت حق کے پھیلنے کا امکان نہ پا کر دعوت باطل ہی میں لگ گئے
ہیں یہ لوگ اسی غلط فہمی میں مبتلا ہیں جس کا ذکر اوپر ہوا ہے۔ ان لوگوں کے سامنے اگر یہ حقیقت واضح
ہوتی کہ ان کی ذمہ داری صرف بلاغ ہے۔ لوگوں کا ان کی پیش کی ہوئی دعوت کو قبول کرنا یا نہ کرنا اور
اس دعوت کا فروغ بنانا یا نہ پانا ان سے متعلق نہیں ہے بلکہ یہ معاملہ اللہ تعالیٰ سے متعلق ہے تو نہ وہ
امکان اور عدم امکان کی الجھنوں میں پڑتے اور نہ وہ ایک باطل کو برپا کرنے کی ذمہ داری اپنے سر لیتے
بلکہ اپنے بس بھر حق کی دعوت دیتے اور اللہ تعالیٰ سے امید رکھتے کہ جب وہ خود حق ہے اور حق کو دوست
رکھتا ہے تو اس حق کو ضرور برپا کرے گا جس کی وہ دعوت دے رہے ہیں۔ لیکن انھوں نے اپنے بوجھ
کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کی ذمہ داری بھی اپنے کاندھوں پر اٹھا لینی چاہی اور جب انھیں اندازہ ہوا کہ یہ بوجھ
بھاری ہے ان سے نہیں اٹھ سکے گا تو مجبوراً ان کو برپا اعلان کرنا پڑا کہ ہر چند خیر و برکت والا نظام تو وہی ہے
جو اسلام نے پیش کیا ہے لیکن اس زمانہ میں اس کا وسیع پیمانہ قیام چونکہ ناممکن ہے اس وجہ سے اس کے

سوا چارہ نہیں کہ ایک غیر اسلامی نظام کی دعوت دی جائے۔

اس خیال کے اندر جو گمراہیاں چھپی ہوئی ہیں ان سب کو ظاہر کرنے کی ضرورت ہے اور نہ ان کے ظاہر کرنے کی یہاں گنجائش ہے البتہ صرف ایک بات کی طرف ہم اشارہ کرنا چاہتے ہیں کہ ان حضرات نے دیدہ و دانستہ حق کی راہ چھوڑ کر باطل کی راہ محض اس خیال سے اختیار کی کہ اس راہ پر چل کر وہ آسانی سے اپنی منزل مقصود تک پہنچ سکتے ہیں۔ حالانکہ اس راہ میں بھی کامیابی (جس کو وہ کامیابی سمجھتے ہیں) اگر حاصل ہوگی تو اللہ کے حکم ہی سے حاصل ہوگی نہ کہ خود ان کی سعی و تدبیر سے۔ تو بجائے اس کے کہ وہ ایک باطل راہ پر چل کر اس بات کا انتظار کرتے کہ اللہ تعالیٰ اس راہ میں ان کی رسی و راہ کرے کیا یہ بہتر نہ تھا کہ وہ خود بھی راہ حق پر چلتے، اور اسی پر چلنے کی دوسری راہ بھی دعوت دیتے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے توفیق اور کامیابی کے منتظر رہتے؟

بہر حال یہ خطرناک غلطی جس نے ان کی ساری جدوجہد کو ایک بالکل غلط راہ پر لگا دیا صرف اس بات کا نتیجہ ہے کہ بحیثیت داعی انھوں نے اپنی ذمہ داری کے سرور کو ٹھیک ٹھیک معین نہیں کیا۔ انھوں نے اپنا فرض صرف اسی قدر نہیں سمجھا کہ جس حق کی طرف اللہ تعالیٰ نے ان کو ہدایت کی ہے اس حق کو بلا کم و کاست لوگوں تک پہنچا دیں بلکہ اپنا فرض بھی یہ سمجھا کہ کوئی ایسی چیز لوگوں کے سامنے پیش کریں جو زمانہ کے رجحانات کے مطابق ہو اور جس کو لوگ آسانی سے قبول کر لیں۔ غلطی لازمی طور پر ایک داعی کو رحمان کے راستہ سے ہٹا کر شیطان کے راستہ پر ڈال دیتی ہے اور وہ صرف داعی ہی نہیں رہ جاتا بلکہ مدعی بن کر خدا کے حقوق میں دراندازی کرنے والا اور ایک نیا دین پیش کرنے والا بن جاتا ہے۔

ایک داعی اگر اپنی اس حیثیت کو اچھی طرح پہچانتا ہے تو اس سے اس بات کا اندیشہ تو نہیں ہو سکتا کہ وہ مایوس اور بد دل ہو کر بیٹھ رہے یا حق کی جگہ باطل ہی کی دعوت شروع کر دے البتہ اس کو اس پہلو سے اپنی نگرانی کرنی پڑتی ہے کہ کہیں اس خیال کی وجہ سے کہ اس کے اوپر صرف بلاغ کی ذمہ داری ہے اس کے اندر بے پروائی اور سہل انگاری نہ پیدا ہو جائے۔ اس کو ہمیشہ

ان ذمہ داریوں کو سامنے رکھنا پڑتا ہے جو داعی پر بحیثیت داعی عائد ہوتی ہیں اور جن کا لحاظ نہ رکھنے کی صورت میں ڈوبے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اس سے مواخذہ ہو جائے کہ اس نے تبلیغ یا ادائے شہادت کا فرض اس طرح ادا نہیں کیا جس طرح اس کو ادا کرنے کا حق تھا۔ حضرات انبیاء علیہم السلام کا چلن ایک تعلق ہے ان کو فرض رسالت کی ذمہ داریوں کا اس درجہ شدید احساس ہوتا تھا کہ وہ بسا اوقات اس کے پیچھے اپنے ضروری آرام کا خیال کرتے نہ اپنی اور اپنی دعوت کی عزت و شان کا بلکہ ان کے غیر معمولی انہماک سے ایسا ظاہر ہوتا کہ گویا وہ اپنے آپ کو لوگوں کے کفر و ایمان کا ذمہ دار سمجھ رہے ہیں۔ اس انہماک پر اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو محبت آمیز انداز میں ٹوکا ہے جس کی بعض مثالیں ہم اوپر نقل کر آئے ہیں۔ یہی انہماک افراط و تفریط سے بچکر ہر داعی حق کی خصوصیت ہونا چاہیے۔

خریداران ترجمان القرآن کے التماس

- (۱) چندہ کے منی آرڈر کو بن پر اپنا پورا پتہ صاف اور خوشخط لکھیے۔ (خصوصاً ڈاک خانہ اور ضلع کا نام انگریزی کے بڑے حروف میں درج کیجیے)۔ سابق نمبر خریداری بھی تحریر فرمائیے۔
- (۲) تبدیلی پتہ کی فرمائش مہینہ کی ۵ تاریخ تک دفتر کو پہنچ جانی چاہیے جس میں پہلا پتہ اور نیا تبدیل شدہ پتہ دونوں نمبر خریداری کے حوالہ کے ساتھ درج ہوں۔
- (۳) ممبئی، بنگال، جنوبی ہند، بہار، سی پی اور وسط ہند کے خریدار حضرات اپنا پتہ لازماً انگریزی میں لکھا کریں۔
- (۴) اجراءے سائے کے لیے بٹگی چندہ بھیجیے یا سی پی کی اجازت دیجیے۔ قرض یا وعدہ پر رسالہ جاری نہیں کیا جاتا۔
- اگر خدا نخواستہ آپ ان گزارشات کو نظر انداز کریں گے تو دفتر کی مجبورانہ کوتاہیوں کی ذمہ داری آپ پر ہوگی۔

”مینجر“